مکاتیب

نواب مشتاق احمد خان بنام ڈاکٹر سید منیر واسطی

مرتبہ: نگار سجاد ظہیر

مکاتیب کے تحت نواب مشتاق احمد خان کے ۲۱ خطوط دیے جا رہے ہیں، جو انہوں نے ڈاکٹر منیر واسطی (سابق پروفیسر وصدر شعبہ، انگریزی، کراچی یونی ورسٹی) کو لکھے۔

ڈاکٹر منیر واسطی کے ساتھ ان کی خط وکتابت جنوری ۱۹۹۹ء میں شروع ہوئی اور ۲۰۰۵ء میں ان کی وفات تک قائم رہی۔ اس دوران نواب صاحب نے تقریباً اکتیس خطوط ڈاکٹر منیر واسطی کو لکھے جن میں سے اکیس خطوط یہاں شائع کیے جا رہے ہیں۔نواب مشتاق احمد خان صاحب کے ان خطوط میں جبکہ وہ پچانوے سال سے زائد عمر کے تھے، علمی، ادبی یا سیاسی مباحث تو نہیں ہیں لیکن ان کی زندگی کے آخری چند سالوں کے شخصی احوال ضرور آ گئے ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ وہ گوناگوں طبی مسائل سے نبرد آزما تھے۔ ''فخر منزل'' ۱۰۸۔ڈی، ماڈل ٹاؤن لاہور میں تنہا رہتے تھے۔یادداشت کافی بہتر تھی، قلم پر گرفت بھی کسی حد تک تھی۔ یہاں اُن کے دو خطوط کا عکس دیا جا رہا ہے۔ ایک وہ جو ۱۹۹۹ء کا نوشتہ ہے اور دوسرا وہ جو سید منیر واسطی کے نام ان کا آخری خط ثابت ہوا (مورخہ ۷رجنوری ۲۰۰۵ء)۔ان کا انتقال ۲۰۰۵ء میں کراچی میں ہوا اور تدفین ان کے گاؤں اعوان پور میں ہوئی، جو لاہور سے تقریباً چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر، ہندوستانی سرحد کے نزدیک ہے۔ان کی قبر، ان کے پیر، سلسلۂ نقشبندیہ کے قاضی سلطان محمود کی قبر کے برابر ہے، آخرالذکر علامہ محمد اقبال کے بھی پیر تھے۔

کہا کہ وہ اسے اپنے ذاتی کھاتے میں ڈلوادیں۔مشتاق احمد خان نے وہ رقم اسٹیٹ بینک آف پاکستان میں جمع کروادی۔اس خطیر رقم کی طرف غلام محمد کی توجہ ہوئی، جو اس سے قبل حیدرآباد میں وزیر مالیات رہ چکے تھے۔اسی کے ایک حصّہ آمدنی سے ان کے اور ایجنسی کے عملہ کے اخراجات پورے ہوتے تھے۔لیکن پولیس ایکشن کے بعد ان کی سفارتی حیثیت پر تنقیدیں ہونے لگیں، اعلیٰ حکام کی نظریں بدلنے لگیں، انہی دنوں حیدرآبادی مہاجرین کی آبادکاری کے لیے، کراچی میں باقاعدہ حیدرآباد کالونی قائم کی گئی (یہ کالونی آج بھی اسی نام سے، کراچی سینٹرل جیل کے قریب موجود ہے)، لیکن ان مہاجرین کو مشتاق احمد خان سے شکایات ہوئیں اور معاملہ یہاں تک پہنچا کہ ان حیدرآبادی مہاجرین نے ان کی رہائش گاہ پر مظاہرہ کیا، جسے حکومتی حلقوں نے سنجیدگی سے لیا اور حکومت نے انہیں حیدرآباد ایجنسی بند کرنے، کراچی چھوڑنے اور لاہور میں کسی ملازمت پر جانے کے لیے زور دینا شروع کردی۔اس وقت کے گورنر جنرل غلام محمد تھے، جن سے ان معاملات کی وجہ سے نواب مشتاق احمد خان کے تعلقات کافی کشیدہ ہوگئے۔مشتاق احمد خان کئی سال تک اُس رقم کے لیے لڑتے رہے لیکن ناکام رہے۔

وہ کراچی سے لاہور ۱۹۵۳ء میں آئے، ان تکلیف دہ حالات اور حیثیت کی اس انقلابی تبدیلی کا حال انہوں نے اپنی خودنوشت میں لکھا ہے۔یہ خودنوشت، حیدرآباد اور مملکتِ آصفیہ کے سقوط کے حوالے سے قیمتی دستاویز ہے۔لاہور کے کسی پبلشر کو یہ کتاب دینے کے بجائے، مصنف نے خود یہ کتاب اگست ۱۹۷۴ء میں چھپوائی جبکہ ان کا قیام 'فخر منزل' ۱۰۸۔ڈی، ماڈل ٹاؤن، لاہور میں۔کتاب کی اشاعت سے چند ماہ پہلے یعنی اپریل ۱۹۷۴ء میں ان کی اہلیہ کا انتقال ہوگیا۔اپنی اہلیہ کے انتقال پر مشتاق احمد خان نے ''میری شریک حیات'' کے نام سے ایک کتابچہ لکھا، جس میں انہوں نے اپنی اہلیہ کے ساتھ گزرے دنوں کی یادیں شامل کیں۔لاہور آنے کے بعد وہ پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ بورڈ کے چیئرمین رہے اور ۱۹۶۲ء میں ریٹائر ہوئے۔

ڈاکٹر سید منیر واسطی:

ڈاکٹر منیر واسطی ۱۹۵۰ء میں ایک ایسے علمی گھرانے میں پیدا ہوئے، جہاں تین نسلوں سے انگریزی تدریس کا سلسلہ جاری تھا۔چوتھی نسل کے نمائندہ کے طور پر انہوں نے بھی انگریزی تدریس کا پیشہ اختیار کیا اور کراچی یونیورسٹی کے شعبہ انگریزی سے وابستہ ہوگئے۔اپنے اسلامی ورثے سے آگاہ ہونے کی جستجو نے انہیں عربی اور فارسی ادبیات کی طرف بھی متوجہ کیا۔اس کے ساتھ ساتھ انہیں جنوبی ایشیا اور جدوجہد آزادی کی تاریخ سے بھی دلچسپی رہی۔ڈاکٹر منیر واسطی کے اب تک تقریباً نوے کے قریب مقالات، مضامین اور تبصرے نیز قرآن اور حدیث پر دو کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔وہ ۲۰۱۰ء میں شعبہ انگریزی کے چیرمین اور پروفیسر کی حیثیت سے سبکدوش ہوئے۔آج کل اسی شعبہ سے بطور *Adjunct* پروفیسر وابستہ ہیں۔

ڈاکٹر منیر واسطی کے بیان کے مطابق ان کی مشتاق احمد خان سے پہلی ملاقات بہادر یار جنگ اکیڈی، کراچی میں ہوئی جہاں ان کے اعزاز میں ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔واسطی صاحب ان کی علمیت سے متاثر ہوئے اور ان کے بارے میں مطالعہ کرنا شروع کیا، ان کی تحریروں اور کتابوں کو حاصل کیا، جن سے حیدرآباد دکن کی بعض اہم معلومات حاصل ہوئیں، جہاں ان

مکرمی محترمی جناب واسطی صاحب

السلام وعلیکم۔ آپ کے مکتوب مورخہ ۳ رمارچ کے لیے ممنون ہوں میں لاہور سے اپنے گاؤں [1] گیا ہوا تھا اس لیے آپ کے مکتوب کے جواب دینے میں تاخیر ہوئی۔ اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ آپ کے بھائی صاحب[2] کا مضمون بھی ملا۔ میں نے اُسے بہت شوق سے پڑھا۔ میرا اصلی پیشہ چوں کہ معاملات (ریلوے) ہی تھا اس لیے یہ مضمون میرے لیے خاص طور پر بہت اہمیت کا حامل ہے۔ آپ نے ازراہ کرم اسے مجھے پہنچایا۔ شکریہ قبول فرمایئے۔ آپ کے بھائی صاحب کی کتاب کی فوٹو کاپی کی نوید کے لیے بھی شکرگزار ہوں۔ جب آئندہ کراچی آنا ہوا تو انشاء اللہ آپ سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کروں گا۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

دوبارہ شکریہ۔

مشتاق احمد خان

﴿۳﴾

فخر منزل

۱۰۸ ڈی ماڈل ٹاؤن،

لاہور۔ ۵۴۷۰۰

۹ اپریل ۹۹ء

مکرمی محترمی پروفیسر واسطی صاحب

السلام وعلیکم۔ آپ کا گرامی نامہ مورخہ ۲۲ رمارچ کے لیے ممنون ہوں۔ آپ کے بھائی صاحب کا مضمون بھی وصول ہوا۔ میں نے اسے بہت دلچسپی سے پڑھا۔ اس کے لیے بھی میرا شکریہ قبول فرمایئے۔

میری کتاب 'حیاتِ فخر' کا آپ نے ذکر کیا ہے [3] وہ میری پہلی کتاب تھی۔ اب وہ کہیں نہیں ملتی اس قسم کی کتابوں کی موجودہ دور میں مانگ نہیں ہے اب اسکی اشاعت سے کیا فائدہ۔ اکادمی [4] سے توقع فضول ہے۔ ایک تو وہ خود آپس کی خانہ جنگی میں اُلجھی ہوئی ہے دوسرے اُسے ایسی کتاب شایع کرنے کا کیا فائدہ جسکی مانگ نہ ہو۔ میں چاہتا تھا کہ وہ میرے حیدرآباد پر مضامین کو ایک پوری کتاب کی شکل میں شایع کریں۔ میرے بھیجے (بھیجے) ہوئے کچھ مضامین تو انہوں نے کھودیے اور بقیہ کو دوسرے لوگوں کے مضامین کے ساتھ ملا کر ایک ملغوبہ بنا دیا جسکی وجہ (سے) انکی افادیت زیرو ہو کر رہ گئی۔

دوبارہ شکریہ۔

مخلص مشتاق احمد خان

گا۔انشاءاللہ۔امید کہ آپ خیریت سے ہونگے۔

مخلص مشتاق احمد خان

﴿۶﴾

F1/3

بلاک 8

نزد تین تلوار کلفٹن کراچی ۵

۶/دسمبر ۹۹ء

مکرمی محترمی

السلام وعلیکم۔میں ایک ہفتے سے یہاں آیا ہوا ہوں رمضان کا مہینہ انشاءاللہ یہیں گزاروں گا۔میں نے آپ سے ملنے کا وعدہ کیا تھا مگر بدقسمتی سے میں اپنی حالیہ بیماری سے اتنا کمزور ہوگیا ہوں بینائی بھی ناقابلِ یقین حدتک کم ہوگئی ہے۔آنا جانا مشکل ہوگیا ہے۔اس لیے میں خود حاضری دینے کے قابل نہیں ہوں۔آپسے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے اگر آپ کا ادھر آنا ہوتو غریب خانے پر تشریف لے آیئے مجھے بہت خوشی ہوگی۔

میرا ٹیلیفون نمبر 5871662 ہے۔

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہونگے۔

مخلص مشتاق احمد خان

﴿۷﴾

فخر منزل

۱۰۸ ڈی ماڈل ٹاؤن،

لاہور۔ ۵۴۷۰۰ ۵

عزیزی محترم پروفیسر منیر واسطی صاحب

السلام وعلیکم۔کراچی میں آپ کے الطافِ کریمانہ سے مستفید ہونے کے بعد میں الحمدللہ یہاں خیریت سے پہنچ گیا۔ میرے قیام کے دوران آپنے جس محبت وشفقت سے مجھے نوازا اُسکے ان مٹ نقوش تادیر میرے دل پر نقش رہیں گے۔اللہ آپکو جزائے خیر دے اور آپ کو سب برکتوں اور رحمتوں سے نوازے۔

لاہور۔ ۵۴۷۰۰ رہا ہوں۔ ۱۰

۲۰/اپریل ۲۰۰۰ء

مکرمی محترمی واسطی صاحب

السلام وعلیکم۔ میں شرمندہ ہوں کہ آپ کے کرم نامے کے جواب دینے میں بہت تاخیر ہوگئی۔ تاخیر کی وجہ ایک تو فطری سستی تھی دوسری وجہ میرے گھرانے میں ایک نومیدگی ہوگئی ہے جس نے اعصاب پر مضر اثر ڈالا۔ اب سکون حاصل ہوا تو جواب دے رہا ہوں۔

میری صحت بدستور ہے۔ بڑھاپا سو بیماریوں کی ایک بیماری ہوتا ہے۔ اس دور میں سے ہر ایک کو نکلنا اس کا مقدر ہوتا ہے۔ میں بھی اس دور میں سے گزر رہا ہوں۔ سوچ رہا ہوں کہ کراچی کا ایک چکر لگاؤں لیکن اب اتنی گری ہوگئی ہے کہ ہمت نہیں ہوتی۔ بہر حال اگر زندگی نے اجازت دی تو...... حاضری لگے۔ انشاء اللہ۔

امید کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

مخلص مشتاق احمد خان

آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے اپنے ایک ساتھی ڈاکٹر سید جعفر احمد صاحب سے میرا تعارف کرایا۔ انہوں نے مجھے ایک خط لکھا اور اسدی سرکل کے مجلّے کے ایک شمارے سے نوازا۔ ۱۱ بہت بہت شکریہ۔

مشتاق احمد خان۔

﴿۱۰﴾

فخر منزل

۱۰۸ ڈی ماڈل ٹاؤن،

لاہور۔ ۵۴۷۰۰

۴/جولائی ۲۰۰۰ء

مکرمی واسطی صاحب

السلام وعلیکم۔ مکتوب گرامی شرف...... جواب میں تاخیر اس وجہ سے ہوئی کہ میں گذشتہ دو ماہ سے شدید علیل تھا ایک ماہ ہوا کہ میرا خون کا دباؤ اچانک بہت کم ہوگیا اور بے ہوشی طاری ہوگئی اس بے ہوشی اور نیم بے ہوشی کا عالم مجھ پر چار پانچ گھنٹے طاری رہا اُس کے بعد لوٹ پوٹ کے اُٹھ بیٹھا ہوں مگر ایسی حالت ہے کہ چلنا پھرنا آنا جانا لکھنا پڑھنا بہت مشکل ہوگیا ہے اس پر بینائی کی کمی مستزاد اس لیے جواب میں تاخیر کے لیے معافی دی جائے۔ یہ تاخیر میرے قابو سے باہر تھی۔ ۱۲ کراچی کا پروگرام فی

۱۰۸ ڈی ماڈل ٹاؤن،

لاہور۔ ۵۴۷۰۰

۲۳؍ستمبر ۲۰۰۰ء

مکرمی محترمی واسطی صاحب

السلام علیکم۔ کرم نامہ مورخہ ۱۳؍ستمبر ملا۔ یاد فرمائی کے لیے بدل ممنون ہوں۔ میرے عوارضات ابھی قابو میں نہیں آئے اور نہ میں یہ توقع کرسکتا ہوں کہ عمر کے اس دور میں کبھی ان سے رہائی مل سکے گی۔ بہرحال آج کل طبیعت نسبتاً بہتر ہے یعنی عوارضات کے یلغار کا زور کم پڑگیا ہے، بینائی بھی کسی قدر بہتر ہے، اللہ کا شکر ہے۔ لیکن اب بھی لکھنے لکھانے میں وقت ہوتی ہے۔ ایک سطر کے الفاظ دوسری سطر کے الفاظ سے گھل مل جاتے ہیں، پھر اتنا بھی شکر ہے کہ تھوڑا بدقت تمام لکھ لیتا ہوں۔ آپ کے ارسال کردہ اسلامک جرنل مجھے مل گئے ہیں شکریہ۔ ان کو میں نے بدقت تمام پڑھ بھی لیا ہے لیکن آپ کو ان کے پہنچنے کی اطلاع نہیں بھیج سکا جس کے لیے معذرت خواہ ہوں کاش کہ آپ سے چند برس پہلے شرف نیاز حاصل ہوسکتا تو میں آپ کے...... زیادہ مستفید ہوسکتا۔ بہرحال میری طرف سے شکریہ قبول فرمایئے، شعبان کے مہینے میں کراچی آنے کا قصد ہے انشاءاللہ رمضان وہیں گذارنے کا ارادہ ہے، دیکھیے یہ ارادہ پورا ہوتا ہے یا نہیں۔ خدا کرے آپ خیریت سے ہوں۔

مخلص مشتاق احمد خان

﴿۱۴﴾

فخر منزل ۱۵

۱۰۸ ڈی ماڈل ٹاؤن،

لاہور۔ ۵۴۷۰۰

7- 7- 2001

مکرمی محترمی واسطی صاحب

السلام وعلیکم۔ آپ کا مئی کا لکھا کرم نامہ مجھے وصول ہوگیا تھا لیکن علالت کے علاوہ دوسری مصروفیتوں کی وجہ سے پھر جواب دینے میں تاخیر ہوگئی۔ میری (طبیعت) وقفوں سے بہتر ہوتی ہے۔ لیکن یہ سلسلہ صبح وشام کا معاملہ ہوتا ہے۔ صبح اچھی تو شام کو خراب اور شام کو اچھی تو صبح کو خراب رہتی ہے۔

میرا (آپ کا) ۱۶ مضمون سید حسین بلگرامی پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ ہمارا بلگرامی خاندان سے ہمسائے اور دوستانہ تعلقات تھے اور اس خاندان کے حالات سے پوری واقفیت ہے۔ میں اور سید حسین بلگرامی جن کو ہم حیدر آباد میں عماد الملک کے نام

ملا میں نے انہیں آج ہی شکریے کا خط لکھ دیا ہے۔ میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ کے واسطے سے ایک عظیم ادبی شخصیت سے رابطہ پیدا ہوگیا۔ اسمر تبہ میری بیماری معمولی نوعیت کی نہیں تھی، وہ نمونیہ تھا جو میری جیسی عمر والے کے لیے مہلک ثابت ہوسکتا تھا۔ بہر حال خدا کا شکر ہے کہ اسنے اپنے فضل بے پایاں سے پھر مجھے زندوں کی دنیا میں واپس کر دیا۔ میں پندرہ دن بڑی نازک حالت میں ہسپتال میں ایڑیاں رگڑتا رہا۔ اب چھ ہفتوں سے گھر میں بستر نشین ہوں۔ ناقابل یقین حد تک کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔ اس کمزوری کو بحال ہوتے ہوتے اگر اللہ کو منظور رہا تو بہت دن لگیں گے۔

میری طرف سے دوبارہ شکریہ قبول کیجیے۔

طالب دعا اور دعا گو

مشتاق احمد خان

﴿۱۶﴾

فخر منزل

۱۰۸ ڈی ماڈل ٹاؤن،

لاہور۔ ۵۴۷۰۰

۲۳ر نومبر ۲۰۰۲ء

مکرمی محترمی منیر واسطی صاحب

السلام وعلیکم۔ گرامی نامہ ملا، شکریہ۔ خط کے ساتھ حسبِ سابق آپنے علی یاور جنگ کے مضمون کا تراشا بھی بھیجا۔ علی یاور جنگ سے میری بچپن سے دوستی تھی۔ ایک اسکول میں تو نہیں پڑھتے تھے، ویسے ہم جماعت تھے۔ مگر ہمسائیگی تھی اور ہم عمر تھے۔ کھیلوں کے ساتھی رہے، ان کے والد فرید جنگ ہمارے فیملی ڈاکٹر تھے اور سارے خاندان سے ہماری والدہ کے تعلقات تھے۔ انگلستان گئے تو وہ آکسفورڈ اور میں کیمبرج میں داخل ہوئے۔ ایک ہی ساتھ کورس ختم کیے۔ حیدرآباد سے آنے کے بعد انسے اور بہت سے قریبی دوستوں سے قطع تعلق ہوگیا۔ رہے نام اللہ کا۔ مضمون دلچسپ ہے اور اسے پڑھ کر بہت سے (سی) بھولی ہوئی یادیں تازہ ہوگئیں۔ بہت بہت شکریہ۔

مخلص

مشتاق احمد خان

عید کی پیشگی مبارک باد

رسالہ[۲۱] بھیجا جس میں میرا ایک مضمون بھی تھا، یہ آپکو کہاں سے مل گیا؟ بہر حال ممنون ہوں کہ آپ نے اسے ایسی جگہ دی جس کے وہ اہل نہیں تھی۔ شکریہ مزید شکریہ۔

میں ہر سال رمضان میں کراچی آیا کرتا تھا۔ اس سال نہیں آسکوں گا، کیونکہ دسمبر کے مہینے میں میرے ایک نواسے کی شادی ہے، اس میں شرکت لازی ہے۔ دوبارآنہیں سکتا[۲۲] اس لیے اب بشرط صحت دسمبر میں اس شادی میں شرکت کے لیے انشاء اللہ آؤں گا، اگر آیا تو میرا قیام میری سب سے چھوٹی بیٹی (کے) گھر کلفٹن میں ٹھہروں گا۔ آپ اس کے گھر ایک بار آچکے ہیں۔ ان کا مکان کلفٹن میں گرامر اسکول کی نئی عمارت کے ساتھ ہے، پتہ لکھ رہا ہوں، اگر میں بروقت اطلاع نہ دے سکا تو اس پتے پر دسمبر کے آخری ہفتے میں ٹیلیفون سے معلوم کرلیجیے۔ مکان کے پتے کے ساتھ ٹیلیفون کا نمبر بھی لکھ رہا ہوں۔

پتہ مسز بختیار علی خان

D 4/1، بلاک 5، کلفٹن

ٹیلیفون 5830888

5872589

امید کہ آپ بحمد للہ خیریت سے ہوں گے۔

مخلص مشتاق احمد خان

آپ نے میری عمر کے بارے میں اپنے خط میں ذکر کیا ہے، اس ضمن میں ایک وضاحت ضروری ہے، وہ یہ کہ ہجری کیلینڈر سے تو میں ۱۰۰ سال کا ہوگیا ہوں لیکن عیسوی کیلینڈر کے مطابق ابھی کوئی دو ماہ باقی ہیں۔ میری پیدائش عیسوی کیلینڈر کے مطابق ۲۳ر دسمبر ۱۹۰۳ء ہے۔

وضاحت کی معافی چاہتا ہوں۔

﴿۱۹﴾

فخر منزل

۱۰۸ ڈی ماڈل ٹاؤن،

لاہور۔ ۵۴۷۰۰

۴ر مارچ ۲۰۰۴ء

مکرمی محترمی برادرم واسطی صاحب

السلام وعلیکم۔ آپ کا گرامی نامہ ملا۔ شکریہ قبول فرمائیے۔ آپ نے بڑی کرم فرمائی کہ مجھے ایک پرانی دستاویز کی فوٹو کاپی بھیج دی[۲۳] ریلوے میں ساری عمر گذارنے والے کو یقیناً اس میں بہت دلچسپی ہوگی، معلوم نہیں آپ کو یہ کہاں سے ملا بہر حال شکریہ قبول فرمائیے۔

حواشی: (یہ حواشی ڈاکٹر منیر واسطی کے خطوط بنام نواب مشتاق احمد خان اور آخر الذکر کی سوانح عمری ''کاروانِ حیات'' کی مدد سے لکھے گئے ہیں۔ن س ظ)

۱۔ ان کا گاؤں، اعوان پور تھا، جو لاہور سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر، ہندوستانی سرحد کے قریب واقع ہے۔

۲۔ مراد ہیں تنویر واسطی (مقیم ترکی)۔

۳۔ مشتاق احمد خان صاحب نے اپنے والد فخر یار جنگ کی سوانح حیات ''حیاتِ فخر'' کے نام سے لکھی تھی۔

۴۔ مراد ہے بہادر یار جنگ اکادمی، کراچی۔

۵۔ ڈاکٹر *T.B. Irving* (م۲۰۰۲ء) یعنی الحاج تعلیم علی، ایک امریکی مسلمان تھے، جنہوں نے قرآن مجید کا امریکی انگریزی میں ترجمہ کیا، جو ۱۹۸۵ء میں شائع ہوا۔ سید منیر واسطی نے انہیں دس نکات پر مبنی ایک لسٹ بھیجی تھی، جس میں اسلام کے عصری مسائل کو نمایاں کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر آرونگ کے اس کتابچے (*Whose New Century*) میں ان تمام نکات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

۶۔ یہ فارسی کے مشہور شاعر سعدی کی کتاب ''کریما'' کا منظوم انگریزی ترجمہ ہے، جو سید منیر واسطی کے پردادا، منشی سید غلام قادر واسطی (م۱۹۰۵ء) نے کیا، جس کا دوسرا ایڈیشن قرطاس، کراچی نے شائع کیا۔

۷۔ یہ مشتاق احمد خان کی بیٹی، مسز قدسیہ بختیار کے گھر کا پتا تھا، جو ان دنوں کراچی گرامر اسکول میں پڑھاتی تھیں۔

۸۔ خط پر تاریخ موجود نہیں تھی۔ ڈاکٹر منیر واسطی نے تخمیناً اس پر 'جنوری ۲۰۰۰ء' لکھا ہوا ہے۔

۹۔ خط کے الفاظ جگہ جگہ سے مٹے ہوئے ہیں، جہاں جہاں '......' ہے، وہ عبارت پڑھی نہیں گئی۔

۱۰۔ نواب مشتاق احمد خان کی سوانح عمری 'کاروانِ حیات' کے نام سے، لاہور سے اگست ۱۹۷۴ء میں شائع ہوئی، جس کے اندرونی ٹائٹل صفحہ پر حافظ کا یہ خوبصورت شعر درج ہے،

کس ندانست کہ منزل گہہ مقصود کجا است!

ایں قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید!

۱۱۔ سٹڈی سرکل کا یہ مجلّہ ''ارتقاء'' ہے۔ جو ترقی پسند فکر کا ترجمان سمجھا جاتا ہے، جس کے موسسین حسن عابد، واحد بشیر، راحت سعید اور ڈاکٹر محمد علی صدیقی ہیں۔ یہ علمی و ادبی کتابی سلسلہ آج بھی کراچی سے جاری ہے۔

۱۲۔ نواب مشتاق احمد خان کا سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ وہ اپنے گھر میں تنہا تھے۔ ڈاکٹر منیر واسطی نے اپنے ایک دوست فرحان خان، جو ڈاکٹر عبادت بریلوی کے بیٹے اور گورنمنٹ کالج، لاہور میں لیکچرار تھے، کو نواب صاحب کی خبر گیری کے لیے بھیجا تھا، لیکن وہ اپنے گاؤں (اعوان پور) چلے گئے تھے۔

۱۳۔ مشتاق احمد خان ہمیشہ اردو میں خط و کتابت کرتے تھے۔ ڈاکٹر منیر واسطی نے ان کو جتنے خطوط لکھے، سب انگریزی میں ہیں، جن کے جواب مشتاق احمد خان صاحب ہمیشہ اردو میں دیتے رہے، ڈاکٹر جعفر نے بھی انہیں انگریزی میں خط لکھا تھا۔